Fikr-o-Nasar (Islamabad) 24:1 (1986)

حقوق نسواں پر شمس العلماء شبلی نعمانی کی ایک نادر تقریر

تقدیم : بشیر مہدی حسن

,,یہ مضمون ,, آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس،، کی رپورٹ متعلق اجلاس بست و دوم ، منعقدہ بمقام امرتسر مورخہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۰۸ء کے صفحات ۱۶۵ تا ۱۷۸ پر مشتمل ہے۔ یہ رپورٹ ۳۰۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور اس میں آٹھ اجلاسوں کی مکمل کاروائی درج ہے۔ اسی رپورٹ کے ساتھ پانچ ضمیمہ جات بھی ہیں،

۱ ۔ گوشوارہ آمدنی و خرچ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (یہ صرف ۷ صفحات پر مشتمل ہے)

۲ ۔ حساب آمدنی و اخراجات آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس من ابتدائے یکم دسمبر ۱۹۰۷ء لغایت آخر نومبر ۱۹۰۸ء (یہ کل ۲۷ صفحات ہیں) ۔

۳ ۔ کانفرنسوں کی لوکل کمیٹیوں کی سالانہ رپورٹیں (یہ ۲۸ صفحات پر محیط ہے)

۴ ۔ معائینہ حسابات کانفرنس (یہ صرف ۶ صفحات ہیں)

۵ ۔ قواعد کاروائی آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس ، منظور شدہ اجلاس ششم منعقدہ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء (یہ رسالہ ۱۹ صفحات پر پھیلا ہوا ہے) ۔

ان ضمیمہ جات کے علاوہ میرے پاس اسی کانفرنس سے متعلقہ ممبران و وزٹران پر مشتمل ایک طویل رپورٹ بھی ہے جو ۱۵۶ صفحات ہیں ۔ یہ رپورٹ مطبع ریاض ہند علی گڑھ میں باھتمام محمد عنایت مہتمم ، ۱۹۰۹ء میں چھپی ،،

,,امرتسر میں منعقدہ یہ وہی تاریخی کانفرنس ہے جس میں حضرت علامہ اقبال یورپ سے تشریف لانے کے بعد شامل ہوئے ۔ اسی کانفرنس میں رزولیوشن نمبر ۲۳ بالاتفاق پاس ہوئی ، اس کے محرک ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اور موید مولوی حبیب الرحمن خان شروانی تھے ۔ رزولیوشن مندرجہ ذیل ہے :

,,یہ کانفرنس ڈاکٹر محمد اقبال صاحب پی ۔ ایچ ۔ ڈی کو ان کامیابیوں میں جو ڈاکٹر صاحب نے یورپ کے قیام میں حاصل کی ہیں اور جن کے سبب وہ مسلمانوں میں اپنی آپ مثال ہیں ، دلی مبارک باد دیتی ہے ،، ۔ (رپورٹ ، صفحہ ۲۹۳)

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

تقـــریر کا متـــن

,, وَمِنْ آیاتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْآ اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ،، (اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَومٍ یَّتفکَّرُوْنَ) (۱)

حضرات ! جس آیت کی میں نے تلاوت کی ہے اس کے معنی اور اپنے مفہوم کا اُس سے تعلق میں بعد میں بیان کروں گا ۔ پہلے بطور تمہید یہ کہنا چاھتا ہوں کہ اس تیرہ سو (ھجری) کے زمانے میں مسلمانوں کو بڑے بڑے خطرناک واقعات و حوادثات پیش آئے ۔ ایک چنگیز خان (ھلاکو خان؟) ھی کی ٹکر ایسی زبردست تھی کہ مسلمان اُس کے صدمہ سے کئی سو برس تک نہیں سنبھل سکے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آج تک نہیں سنبھلے ۔ اسی طرح اور اِسی قسم کے بیسیوں صدمات ایسے تھے جو مسلمانوں پر ھو گزرے ھیں ۔ مگر آج کل جو ٹکر لگی ہے وہ اُن تمام مشکلات سے بڑھ کر ہے ۔ کسی سلطنت کا جنگی حملہ کوئی بڑی چیز نہیں ، لیکن آج کل ایک ایسی قوم کی شائیستگی تمــدن و تہذیب سے ھمارا مقابلہ آ پڑا ہے جو دُنیا میں سب سے زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی قوم اس کے مقابلہ میں اس وقت تک ترقی کرے جب تک کہ وہ ان امور میں اس سے بالاتر نہ ھو ۔ ڈاکوؤں کی طرح کسِی مُلک کو فتح کر لینا، لوگوں کا مال چھین لینا، ممکن ہے مگر اس کا اثر مستقل نہیں ھوتا اور قبضہ دیرپا نہیں رھتا ۔ مستقل اُسی وقت ھوتا ہے جبکہ فاتح قوم کی ھر بات مفتوح قوم سے بڑھی ھوئی ھو اور وہ تہذیب اور تمدّن سے مفتوح قوم کو دبا سکے ۔ اس کلیہ کا ھم پر یہ اثر ھوا ہے کہ یورپ کی تہذیب اور شائیستگی کے مقابلہ میں ھم دبے جاتے ھیں اور سر نہیں اُٹھاتے ، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاھیئے کہ خدا نخواستہ ھمارا مذھب یا ھماری قومی تہذیب، یورپ کی مـــذھبی یا قومـی

تہذیب سے کم زور ہے بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے مذہب و تہذیب قومی کو چھوڑ دیا ہے ۔ ہم اپنے مذہب اور اپنی تاریخ سے ناواقف ہیں ۔ سات آٹھ برس کی عمر سے ہمارے لڑکے انگریزی تعلیم شروع کرتے ہیں اور دس بارہ برس اس میں مشغول رہتے ہیں ۔ پھر کوئی ڈگری حاصل کرنے کے بعد کسی کاروبار میں پڑ جاتے ہیں ۔ ایسی حالت میں نہ اُن کو مذہب اور قوم کی تاریخ کے مطالعہ کا وقت مِلتا ہے نہ اس پر غور و خوض کرنے کی فرصت ۔ اور اگر کِسی کو شوق بھی پیدا ہوا اسے اس کے متعلق کافی لٹریچر نہیں ملتا اور بالآخر وہ انگریزی مصنفین کی طرف رجوع کرتا ہے اور دوسروں کی زبان و قلم سے اپنی حقیقت سُنتا ہے ۔

,,ولیکن قلم در کف دشمن است،،

پس ایسے مطالعہ اور تحقیقات سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے ۔ حالت موجودہ کے مطابق ہم اپنے مذہب اور اپنی تہذیب سے آگاہ نہیں ہیں اور آگاہ ہونے کی کوشش بھی نہیں کرتے پس اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یورپ کی تہذیب و شائیستگی ہم پر غالب آتی جاتی ہے اور اپنی تہذیب و شائیستگی کو ہم چھوڑتے جاتے ہیں حالانکہ وہ چھوڑنے کے قابل نہیں ہیں اُس میں بڑی بڑی خوبیاں ہیں ۔ بڑے بڑے خزانے ہیں ، معلومات ہونی چاہییں، بغیر معلومات کے کوئی شخص صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا ۔ خُود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معلومات کے متعلق کئی بار واقعات پیش آئے ۔ جب آپ مکہ سے مدینے تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ کھجوروں کے درختوں میں باہم شادیاں کرتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اس سے منع فرمایا ، لوگوں نے آپ کے ارشاد پر کھجوروں کی شادیاں موقوف رکھیں ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کھجوروں کے درخت بار آور نہ ہوئے ، لوگوں نے آنحضرتؐ سے فریاد

کی - آپ نے تمام واقعات سُن کر فرمایا کہ تم اپنے امور مجھ سے زیادہ جانتے ہو - مجھے جو کچھ شرف اور بزرگی تُم پر ہے وہ یہ ہے ,,یوحی الیّ أنما الھکم الہ واحد ممکن ہے دنیاوی باتوں میں مجھ سے زیادہ سمجھ رکھتے ہو - " (۲)

پس واقفیت حاصل کرنی ضروری چیز ہے میں دیکھتا ہوں کہ مذہبی تعلیم سے ، مذہبی تاریخ سے ہم واقف نہ ہوئے تو تہذیب قومی و تہذیب مغربی میں کون تفریق کرے گا . اور کیونکر ہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکیں گے - آج کل ہم یورپ کی اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں ، یورپ پر کیا بھروسہ ہو سکتا ہے - ممکن ہے کہ اس کے ذریعہ سے جس مذہب کو ہم اپنا مذہب سمجھیں ، وہ دراصل ہمارا مذہب نہ ہو اور جسے ہم اپنی تاریخ قرار دیتے ہیں وہ ہماری تاریخ نہ ہو - اب میں ان حقوق کو بیان کرتا ہوں جو اسلام نے عورتوں کو بخشے ہیں -

حضرات ! شاید آپ میں سے بعض اصحاب کو یاد ہو کہ اِسی امرتسر میں اور اِسی احاطہ میں میں نے جلسہ ندوۃ العلماء کے موقع پر تقریر کی تھی کہ شریعت اسلام کو خاتم شریعت کیوں کہتے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الرُسل کیوں مانتے ہیں - ہر چیز کا قاعدہ ہے کہ جب ترقی کرتے کرتے وہ درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور کوئی درجہ ترقی کا باقی نہیں رہتا تو وہ ختم ہو جاتی ہے - دنیا عالم ہے دو متناقض چیزوں کا، یعنی زوال و ترقی - حُسن و قبح ، شریعت اسلام کے خاتم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جتنی شریعتیں، جتنے قانون جتنے تمدن پہلے موجود تھے وہ نامکمل و ناتمام تھے، اسلام نے ان کو کامل کر دیا، اس لئے وہ ختم ہو گئے - یہی دعویٰ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی ہوا ہے ، اس آیۃ شریفہ میں اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي .... یعنی ,,آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارے دین کو اور پوری کر

دی تمہارے اوپر اپنی نعمت ....» (۳) .

اسلام سے پہلے موسوی اور عیسوی شریعتیں تھیں ـ ان دونوں کے بعد شریعت اسلام قائم ہوئی ، جس نے اُن کی تاریکیاں اور کسریں پوری کر دیں، یہی صراطِ مستقیم ہے اور اِسی کے متعلق ہر نماز میں دعا مانگتے ہیں ,,اهدنا الصراط المستقيم» ...... اس امر کو مدنظر رکھ کر اب دیکھئے کہ عورتوں کے کیا حقوق تھے جو پہلے ناقص تھے، جن کو اسلام نے کامل کر دیا اور وہ کیا افراط تھی جس کو اعتدال حقیقی پر پہنچا دیا ـ آج یورپ کی تہذیب کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا ہے اس کے حقوق نسواں سے اسلامی حقوق نسواں کا مقابلہ کر کے دیکھئے تو معلوم ہو کہ اسلام نے عورتوں کے ساتھ کیسی فیاضی کا برتاؤ کیا ہے، اسلام کے لیئے موجب ننگ ہے کہ اُس کا مقابلہ اس قِسم کی تہذیبوں سے کیا جائے ـ

خطّہ یونان کی علمی و فلسفی ترقیوں کا حـــال آپ کو معلوم ہے، ارسطو وغیرہ نے حکمت و فلسفہ میں کسقدر کمال پیدا کیا تھا ـ سلطنت رومة الکبریٰ ، لاء (قانون) کے بنانے میں بےمثل مانی گئی ہے ـ قانون داں حضرات جانتے ہیں کہ یورپ کے قانون کی بُنیاد اسی رومن لاء پر قائم ہے ـ زمانۂ قدیم میں ہندوؤں کی فلاسفی بھی بےانتہا ترقی کر گئی تھی ـ تمدّن کے بہت سے نازک مسائل یہاں حل ہو گئے تھے، باوجود اس کے یونانیوں، رومیوں اور ہندوؤں کو عورتوں کے حقوق اور اُنکی ترقی کے متعلق جو درجات حاصل ہوئے تھے ان کو دیکھیئے کہ کیسے ادنیٰ ہیں ـ تاریخ موجود ہے اور ان اقوام کے دوستوں کی لکھی ہوئی ہے مخالفوں کی نہیں، مگر وہ تاریخ عورتوں کو ہر معاملہ میں مردوں کا پابند، دست نگر (اور) غلام دکھاتی ہے ـ

انسائیکلو پیڈیا برطانیکا میں لفظ ,,وومن» کے تحت عورتوں کی بابت بہت کچھ لکھا ہے، اُسے دیکھیئے آپ کو معلوم ہوگا کہ یورپ میں پہلے بھی عورتوں کو بہت ہی کم حقوق دیئے گئے تھے ، اور اب

بھی کچھ ایسے زیادہ نہیں دیئے گئے ہیں (۴)

آج کل فرانس کے ایک نامور پروفیسر نے دنیا کی سویلائزیشن پر ایک کتاب لِکھی ہے، اُس کا جو حِصہ عورتوں کے حقوق کے متعلق ہے وہ میں نے پڑھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں، رومیوں وغیرہ کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ عورتیں مردوں کی جائداد منقولہ خیال کی جاتی تھیں۔ جیسے اسباب لکڑی یا ایسی ہی کوئی اور چیز۔

ہمارے نکتہ چین ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ پردہ نسواں اسلام نے رائج کیا۔ اور یہ ایک بُری رسم ہے مگر اُن کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یونان میں عورتیں بالکل پردہ میں رکھی جاتی تھیں اور سواری وغیرہ میں بھی اُن کا نکلنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس فرانسیسی مصنف نے لکھا ہے کہ عورتوں کی قبر پر کندہ کیا جاتا تھا کہ ,,یہ عورت تمام عُمر گھر سے باھر نہیں نکلی،، .... خیال کیجئیے۔ پردۂ اسلامی کی اس قید و بند کے سامنے کیا حقیقت ہے رومن لاء (قانون) میں عورتیں مِثل دوسری جائیداد کے منتقل ہو سکتی تھیں اور خریدی جا سکتی تھیں۔

یہ اُن کی پوزیشن تھی، افلاطون کا قول ہے کہ شادی بیاہ ایک مجبوری کی وجہ سے کیا جاتا ہے کوئی خوشی کا مقام نہیں۔ ورنہ عورت ایسی چیز نہیں کہ مرد اُس سے شادی کرے۔

انگلستان میں صدیوں تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ عورتوں میں روح نہیں ہے ۱۵۸۵ء میں ایک کمیٹی اس امر کی تحقیقات کے لیئے بیٹھی تھی کہ عورتوں میں رُوح ہے یا نہیں۔ اس کمیٹی نے بعد غور و خوض، یہ فیصلہ صادر کیا کہ عورتوں میں رُوح تو ہے مگر اس لیئے ہے کہ وہ مردوں کی تابعداری کریں۔

ہندوستان میں باوجود اسقدر ترقی کے، عورتوں کی جو وقعت تھی، اس کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ بڑی بڑی عورتیں جوئے میں ھار دی گئیں۔ دُختر کشی کا رواج اس مُلک کے بعض

حصوں میں تھوڑے عرصے پہلے تک موجود تھا اور اب بھی مقدمات ہوتے رہتے ھیں ۔ عرب میں بھی دُختر کشی کی رسم عام تھی ، جس کے لیئے اللہ پاک کو خاص طور پر ممانعت کرنی پڑی ۔

عورتوں کو عرب کے لوگ اس قدر ذلیل و حقیر جانتے تھے کہ اگر کسی عرب سے یہ کہا جاتا تھا کہ تمہارے ہاں لڑکی پیدا ھوئی ، تو وہ شرم کے مارے چھپتا پھرتا تھا، ،(۵)، غرض ساری دُنیا میں عورتوں کی ایسی ھی حالت تھی، خود انگلستان میں کچھ عرصہ پہلے تک یہ رسم تھی کہ شادی کے وقت بغیر عورت کی خواھش کے اس کی جائیداد شوھر کے نام منتقل ھو جاتی تھی ۔ بروئے قانون وہ کوئی معاھدہ نہیں کر سکتی تھی ۔ پارلیمنٹ انگلستان میں ایک ممبر نے تقریر کرتے ھوئے کہا کہ گویا عورت شادی نہیں کرتی بلکہ جرم کرتی ہے ، دیگر معاملات میں بھی عورت کی پابندی و ماتحتی کا یہی حال تھا، اب کچھ حقوق عورتوں کو عطا ھوئے ھیں ۔ مگر غور کیا جائے تو وہ بھی اُن حقوق کے برابر نہیں جو دین اسلام نے عورتوں کو بخشے ھیں ۔

اسلام ایک ریفارمیشن اور ایک تکمیل ہے جِس کا ثبوت اُس کے احکام سے ملتا ہے ۔ اب دیکھئے ، اسلام نے عورتوں کے لیئے کیا کِیا؟ مسلمانوں نے کیا کِیا؟ .... میں اس کا ذمہ دار نہیں ھوں ۔ اور نہ اس کا ذمہ دار ھوں کہ مسلمان شعراء، مسلمان مصنفوں سے اُس کی پوزیشن دریافت کریں، وہ تو عورتوں کو اور ھی رنگ میں دیکھتے ھیں ۔ مولانا جامیؒ فرماتے ھیں :

,,اگر نیک بُودے سر انجام زن
زناں را مزن نام بودے نہ زن،،

غنی کشمیری کہتا ہے :

,,زن از پہلوئے چپ شد آفریدہ
کس از چپ راستی ھرگز نہ دیدہ،،

غرض اسی قِسم کے بہتیرے اقوال ہیں ۔ مگر میں ان اشعار و خیالات کا ذمہ دار نہیں ہوں :

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا اسلام میں بھی عورتوں کے کچھ حقوق ہیں ؟ میں نے کہا، بہت سے، اور تمام مذاہب و اقوام سے زیادہ ۔ اُس نے تعجب سے کہا ، پھر یہ انقلاب اور یہ بُری کیفیت کیوں ہے ؟ میں نے جواب دیا یہ کوئی نئی بات نہیں ۔ بلکہ تیسری صدی ہجری میں ایک نامور محدّث کہتے تھے کہ اگر حضرت رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) دوبارہ زندہ ہو کر دُنیا میں تشریف لائیں تو مسلمانوں کو دیکھ کر دریافت فرمائینگے کہ یہ کون سی قوم اور کس کی اُمت ہے ؟ اُن محدّث نے جب یہ لکھا تھا ، اسے ساڑھے گیارہ سو برس گزر چکے ہیں ۔ پھر اس وقت جو نہ ہو ، تھوڑا ہے ۔ مسلمانوں کی حالت بالکل بدل گئی ہے ۔ وہ دین کی راہ سے بہت دور جا پڑے ہیں ۔ دیکھئے شرک و بت پرستی کو مٹانا اسلام کا خاص مقصد تھا ۔ مگر کون سی قوم ہے جواب مسلمانوں سے زیادہ شِرک میں مبتلاء ہو ۔ اس سے بڑھ کر شرک کیا ہوگا کہ ایک ایک ٹھیکری سے یہ بیٹا مانگتے ہیں ۔ معاذ اللہ!

پس مجھے مسلمانوں کے افعال و خیالات سے بحث نہیں ۔ میں صحابہ کرام رضوان اللہ ۔اجمعین کے افعال، حدیث نبویؐ و قرآن شریف سے عورتوں کے حقوق پیش کرونگا ۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر دُنیا کے تمام فلسفہ و مسائل حکمیہ کو لیا جائے اور عورتوں کی تعریف میں جو لٹریچر دُنیا بھر کی زبانوں میں ہے وہ اُس حکمت و فلسفہ کے ساتھ جمع کیا جائے اور قرآن مجید کی اس آیت سے اُس کا مقابلہ کیا جائے تو وہ سب کچھ اس ایک آیت سے دب جائے گا ۔ خدائے تعالٰی فرماتا ہے : خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزوَجاً » ..... شاعرانہ پرایہ میں کہا گیا کہ حضرت حواؑ کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا ۔ ,,لِتَسْکُنُوْآ اِلَیْھَا » ۔ .... اِس غرض سے کہ ,,تم تسلّی حاصل کرو

اس سے» .... ,,وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً » ..... اور ,,ڈالی گئی تم میں مودّت و رحمت» ... یعنی آپس میں محبت و همدردی پیدا کی گئی ۔ انسان کو اپنی اولاد یا کسی عزیز کے ساتھ جو تعلق ہے وہ رحمت کا تعلق ہے ۔ اپنے گھرے دوست کے ساتھ جو تعلق ہے وہ محبت کا تعلق ہے مگر یہاں دیکھئے کہ دونوں قِسم کے تعلقات کا مجموعہ ہے جب مــودة و رحم ہے تو اس کے بعد تمام نتائج پیدا ھو سکتے ھیں، مقدّم ان کی موجودگی ہے : »(٦)

حدیث شریف میں عورتوں کو قوارِیر، سے تشبیهه دی گئــی ۔ ساربان، زنانه سواری کا اونٹ تیز چلا رہا تھا رسول کریم (صلی اللہ علیه وسلم) نے فرمایا که ,,شیشے ھیں، اُن کو ٹھیس نه لگ جائے » (٧)۔

محبت کا تعلق جذبات سے ہے اس کو قانون نہیں کہه سکتے ۔ اب دیکھنا یه ہے که قانون حقوق نسواں کی بابت کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے ,, ولهن مثل الذی ...... صرف یہی آیت عورتوں کے حقوق تمام باتوں میں مردوں کے برابر قرار دینے کو کافی ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا ۔ مگر قرآنِ پاک نے مزید تشریح کی ہے ۔ دوسرے مذاهب میں عورتوں کے کوئی حقوق نه تھے وہ مردوں کی پابند و دست نگر تھیں ، کہا گیا ہے که مردوں کو وہ ملے گا جو وہ کمائیں ، عورتوں کو وہ ملے گا جو اُن کی مائیں چھوڑ جائیں، اِسی طرح عورتوں کو، اِس سے ثابت ھوا که عورت کسی مال و متاع کی مستقل وارث ھو سکتی ہے اور اُسے اپنی اولاد کے لیئے چھوڑ سکتی ہے ۔

اب لیجئیے ، عورتوں کی پوزیشن، اس کی بابت فرمایا ,,هُنَّ لِبَاسُ لَّكُمْ وَاَنْتُم لِبَاسُ لَّهُنَّ (٨) ,,وہ لباس ھیں تمہارے لیئے اور تم لباس ھو اُن کے لیئے » ۔ یہاں بھی مردوں اور عورتوں کے حقـوق مساوی ھیں کسی کو کسی پر وجۀ ترجیح نہیں ۔ ایک اور آیت ,,اَلرِّجَالُ قَوّامُوْنَ عَلَى النِّسَاَءِ» (٩) سے عورتوں کی پستی کا استدلال کیا جاتا ہے که اسلام نے مردوں کو غالب کیا ہے عورتوں پر، مگر یه ایک

بدیہی بات ہے کہ عورتوں کی جِسمانی قوّت مردوں کی جِسمانی قوت سے کم ہے۔ یہ بات سب کو نظر آ رہی ہے۔ اگر یورپ اس کا انکار کرتا ہے تو اندھا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ طاقت جسمانی میں دونوں برابر تھے، مگر پردے کی وجہ سے عورتوں میں ضعف آتا گیا، لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کو چھوڑ کر اور جانوروں کو دیکھئے۔ ان میں بھی یہی فرق موجود ہے۔ مثلاً مُرغ اور مُرغی، گائے اور بیل، غرض کہ حیوانات میں ہر جگہ نر مادہ سے طاقتور ہے پھر کلام مجید میں ,,الرِّجَالُ قَوّامُوْنَ عَلَی اِلنِّسَاءِ،، ..... کیونکر غلط ہو سکتا ہے (اس موقع پر کسی صاحب نے ایک پرچہ مولانا شبلیؒ صاحب کو دیا، جِسے پڑھ کر مولانا نے فرمایا) کہا جاتا ہے :

(۱) وراثت مردوں کو عورتوں سے دوگنی ملتی ہے (۲) شہادت کے معاملہ میں ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر مانی جاتی ہے؛ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردوں کے حقوق اسلام میں، عورتوں سے زائد ہیں لیکن درحقیقت عورت کی اس میں ذرا بھی حق تلفی نہیں ہوئی۔ اگر غور و انصاف سے دیکھا جائے تو عورت کو مرد کے برابر ورثہ ملتا ہے بلکہ وہ فائدے میں رہتی ہے کیونکہ نصف تو شرعی قاعدے سے ملتا ہے اور باقی اُس کی زندگی بھر کا نان و نفقہ مرد پر فرض کیا گیا ہے۔ پھر نصف حصہ علیحدہ رہا اور مہر علیحدہ، جِس کی عورت مستحق ہوتی ہے۔ بمقابلہ اس کے مرد جو بظاہر دُگنا حصہ پاتا ہے وہ اپنے اور اپنے ساتھ ایک یا زیادہ عورتوں کے گزارہ کی فِکر کرتا ہے. سوچئیے۔ کون فائدہ میں رہا؟۔

رہا شہادت کا معاملہ، اس کے متعلق فقّہ میں ہوا ہے کہ جو معاملات ایسے ہیں جن کا تعلق عورتوں سے ہے، اُن میں عورتوں کی شہادت کم معتبر و کم وزن رکھی گئی ہے جِس کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں اکثر گھروں میں رہتی ہیں ۔ اُن کو باہر کے معاملات کو

دیکھنے اور سمجھنے کا وہ موقع نہیں ملتا جو مردوں کو ملتا ہے اسلئیے اُن کی گواهی بمقابلہ مردوں کے یقیناً کم وزن مانی جائیں گے ۔

دیکھئے مجلسی اُمور میں مردوں کے درمیان امتیاز ہوتا ہے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائیوں پر ترجیح ہوتی ہے مگر قانونی حقوق میں ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں ۔ یہ اسلامی قانون ھی کا شرف ہے کہ اُس نے تمام نقصوں کو مٹا دیا ہے اور عورتوں کے پورے حقوق قائم کر دیئے ھیں ۔ دوسری اقوام اپنے ھاں یہ بات نہیں دکھا سکتیں ۔ عموماً چھوٹی باتوں سے بڑی باتوں کا پتہ لگتا ہے دیکھئے یورپ میں عورت کو مس و مسز (Miss OR Mrs.) کہتے اور باپ یا شوھر کا نام اُس کے بعد لگاتے ھیں ۔ گویا عورتوں کا کوئی خاص نام اور جُداگانہ حیثیت ھی نہیں ۔ یہ بھی اُسی زمانہ کی یادگار ہے جبکہ عورت مردوں کی جائیداد سمجھی جاتی تھی ۔

اسلام نے عورتوں کو یہ امتیاز بخشا ہے کہ مذھبی فرائض و مذھبی ارکان میں بعض فرائض و ارکان صرف عورتوں کی وجہ سے داخل ھیں ۔ مثلاً طواف اور حج میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا یہ یادگار ہے حضرت ھاجرہؑ کی دوڑ دھوپ کی ، جب وہ پانی کی تلاش میں پھرتی تھیں ۔ اور جب تک حضرت اسمعیلؑ پر آپ کی نگاہ پڑتی رھتی تھی تو ذرا آھستہ چلتی تھیں اور جب آپ کی نگاہ سے اوجھل ھو جاتے تھے تو بے تابانہ دوڑتی تھیں، اب یہ مسلمانوں کا ایک مذھبی شعار قرار پاگیا ہے ۔

قرآنِ مجید میں سورہ نساء موجود ہے مگر سورۂ رجال کوئی نہیں ۔ ھاں انبیاء کے نام پر متعدد سورتیں موجود ھیں ۔ مگر اُن کے بالمقابل ایک سورۂ حضرت مریمؑ کے نام پر بھی ہے ۔ قرآنِ شریف میں دو قسم کی آیات ھیں محکمات اور متشابہات، ان میں محکمات زیادہ ضروری مانی جاتی ھیں ۔ اور اُن کو ,,اُم الکتاب،، کہا جاتا ہے ابو الکتاب نہیں ۔ اِسی طرح مکہ معظّمہ کو ام القریٰ کہا جاتا ہے ،

ابو القریٰ نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام تعظیم و تکریم کو عورتوں سے کتنا منسوب کرتا ہے !

اسلام کے قریب زمانہ میں جو عورتیں پیدا ہوئیں ان کو ہر قسم کے حقوق عطا ہوئے ، وہ معاشرت و تمدن میں برابر کی شریک رهیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں انہوں نے کمال حاصل کیا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ، پہلے قاتلان عثمانؓ کو پکڑنا اور اُن سے قصاص لینا چاہیے ۔ اس امر پر حضرت امیرؓ سے اُن کی خط و کتابت ہوتی رہی، اور جب مقصد حاصل نہ ہوا تو ہزاروں آدمیوں کے ساتھ انہوں نے لڑائی کی، جِس کو ,,جنگ جمل،، کہتے ہیں، مجھے اس وقت اس سے بحث نہیں کہ کون برسر حق تھا بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ عورتیں لڑائیوں میں شریک ہوئیں اور افسر بنیں ۔اس وقت سینکڑوں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اُن کے ساتھ تھے مگر کسی نے اُن کو نہیں روکا ۔ اس وقت جو جماعت آپؓ کی محافظ تھی، اُن کے خاندان کو آج تک عرب میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے وہ لوگ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بیچ میں لئے ہوئے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے ۔ ,,ہم ہیں اونٹ والے ۔ موت ہمارے لیئے شہد ہے، واپس دو ہمارے شیخ (عثمانؓ مظلوم) کو ۔ پھر کوئی جھگڑا نہیں ۔،، (۱۰)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کو حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المؤمنین کے میدان جنگ میں تشریف لانے میں کوئی نرالی بات نہ معلوم ہوتی تھی ۔ بلکہ وہ اُن کے محافظ ہونے کی عِزّت پر فخر کرتے تھے ۔ اگر آغاز اسلام کی تاریخ کو غور سے پڑھا جائے اور تحقیق کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی قابلیت ثمرہ تھی اُن حقوق کا جو اسلام نے دیئے تھے اور جن سے عورتوں نے بھی پورا حصہ پایا تھا ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المؤمنین نے حدیث

کے متعلق نہایت باریک بحثیں کی ھیں اور نازک معاملات میں معقول توجیہات پیدا کر دکھائی ھیں۔

تحقیق احادیث کے دو طریقے ھیں (۱) سلسلۂ روایات، جس میں راویان حدیث کے کذب و صدق کا اُن کے حالات زندگی سے امتحان کیا جاتا ہے اور اس کے مطابق حدیث کو معتبر یا غیر معتبر گردانا جاتا ہے (۲) درایت، جس میں عام حالات و امکان عقلی کے لحاظ سے حدیث پر غور کیا جاتا ہے علامه ابو الفرح ابن جوزی نے فن درایت پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں حضرت عائشہؓ صدیقہ ام المؤمنین کو سب سے بڑا محقّق تسلیم کیا گیا ہے اور درحقیقت درایت کا ثبوت جیسا ام المؤمنین کے حالات سے ظاھر ھوتا ہے ایسا کسی سے نہیں ملتا، اکثر صحابۂ آنحضرت (صلی اللہ علیه وسلم) سے روایت کیا کرتے تھے مگر حضرت عائشه صدیقه ام المؤمنین اِنکار کر دیتی تھیں اور اپنے انکار کی وجه ایسی معقول بتاتی تھیں که اُن کو قائل ھو جانا پڑتا تھا۔

جب حدیث ,,ان المیت یعذب ببکاء اهله،، ... (میّت پر عذاب ھوتا ہے اس کے رشته داروں کے رونے سے) بیان کی گئی تو ام المؤمنین نے فرمایا که ھر گز ایسا نہیں ھو سکتا۔ قرآن شریف میں خدائے تعالی فرماتا ہے ,,اَلاّ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ... (۱۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیه وسلم اس کے خلاف کسطرح کہه سکتے تھے۔ بلکه اصل بات یه ہے که آپؐ کا گزر یہودیوں کے محله کی طرف ھوا تو آپؐ نے ملاحظه فرمایا که کسی کے ھاں میّت ھو گئی تھی۔ اور یہودی رو رہے تھے اِس پر آپؐ نے فرمایا که یه تو رو رہے ھیں اور مرده پر عذاب ھو رھا ہے۔ (اِسی طرح ایک اور واقعه مولانا نے بیان فرمایا جس میں حضرت عائشه صدیقهؓ نے حدیث ,,ھل اخذتم ما فعلتم،، ..... کی تصحیح فرمائی تھی۔ اور کہا تھا که صحیح ہے ,,ھل علمتم ما فعلتم،، .....)

اُس زمانہ میں عورتوں نے مختلف علوم و فنون میں جو ترقی کی تھی اس کا ایک ادنیٰ اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ ,,بلاغة النساء،، نام ایک کتاب احمد بن طاہر بغدادی نے (جو ۲۰۲ ھ میں پیدا ہوا تھا) لکھی ہے ، جس میں صرف مسلمان عورتوں کے لیکچرز درج ھیں ۔ اھل اسلام میں عورتیں ایسی اسپیکر تھیں کہ لوگوں کو تقریروں کے فراہم کرنے کا بھی خیال پیدا ہوا ۔ مگر یورپ میں صرف عورتوں کی اسپیچوں پر کوئی کتاب موجود نہیں ہے ۔

اس موقع پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ امام غزالیؒ ۔ امام رازیؒ کا نام سُنتے ھیں ۔ مگر کِسی عورت کا نام ان کاموں کے متعلق سُننے میں نہیں آیا ۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے کام دراصل عورتوں کے دائرہ اثر سے باہر تھے اور یورپ میں بھی آج تک ھیں ۔

ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ عورتوں میں عقل کم ہوتی ہے ۔ میں نے جواب دیا کہ اگر دس برس تک تمھیں بھی پردہ میں بٹھایا جائے تو تمھاری عقل بھی گھٹ جائیگی ۔ عورتوں کی مارل فورس، (اخلاقی قوّت) جیسی بڑھی ہوئی تھی اور جسطرح وہ سچ بات کے کہنے میں دلیر ہوتی تھیں اسکا ایک یہ واقعہ شاھد ہے کہ ھندہؓ جب قبول اسلام کے بعد رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آئیں اور عرض کی کہ ,,کیا اقرار مجھے کرنا چاھیئے ؟ تو آپؐ نے انھیں احکام دین تعلیم فرمائے کہ بدچلنی نہ کرو، خیانت نہ کرو ، اِسی کے ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کر دیا کرو، اس پر فوراً انہوں نے کہا، ,, ہم نے تو اُن بچوں کو پالا تھا، آپؐ نے اُن کو قتل کیا،، ۔ اب وہ اور آپؐ سمجھ لیں ۔ دیکھیئے کس بےباکی سے اُس نے اپنے قبیلہ اور رُسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سابق معرکہ آرائی کا حوالہ دِیا ۔ اور آپؐ نے کیسے ٹھنڈے دل سے سُنا ۔ (۱۲)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، جنھیں خلیفہ پنجم مانا جاتا ہے اور جو نہایت زاھد و متقی اور احکام خدا و رسولؐ کے پابند

تھے ۔ جب امیر حجاج بن یوسف نے مکہ کا محاصرہ کیا اور آپ کے رفقاء کچھ لڑائی میں کام آئے اور بہت سے دشمن سے جا ملے ۔ بہت ھی تھوڑی تعداد آپ کے پاس رہ گئی اور صورت دگرگوں ہوئی تو اپنی والدہ کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا کہ عبدالملک کی بیعت قبول کر لُوں یا لڑ کر جان دُوں ۔ اُن کی والدہ ماجدہ نے محبت فرزندی سے بالکل قطع نظر کر کے جواب دیا کہ اگر تُو حق پر تھا تو اب بھی حق کی پیروی کر اور اگر باطل پر تھا تو جس قدر جلد ممکن ہو اُسے چھوڑ دے ۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جان دینے سے مجھے خوف نہیں ۔ مگر اس کا ڈر ہے کہ حجاج میرا مثلہ کرائے گا (یعنی کان ناک وغیرہ کٹوا کر ھیئت بگاڑ دے گا ۔ اُن کی والدہ نے کہا کہ جب بھیڑ ذبح ہو جاتی ہے تو اُسے کان وغیرہ کٹنے کی کیا پروا رھتی ہے ۔ پس مرنے کے بعد مثلہ کا تجھ پر کیا اثر پڑے گا ۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی ماں کی نصیحت سے اسقدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے قبول اطاعت کا خیال اپنے پاس نہ پھٹکنے دیا ، چلتے وقت جب والدہ نے اُن کو گلے لگایا تو اُن کے جِسم پر کپڑوں کے نیچے کوئی سخت چیز معلوم ہوئی ، پوچھا یہ کیا ہے ۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا زرہ ہے ۔ ان کی والدہ نے کہا جو مرنے کے لیئے جاتا ہے وہ زرہ نہیں پہنتا ۔ آپ نے فوراً زرہ اُتار ڈالی اور آخر تک اپنے دعوےٰ پر ثابت قدم رہے ۔ پھانسی کے بعد لاش ورثاء کو دیدی جاتی ہے مگر حجاج بن یوسف نے حکم دیا تھا کہ جب تک حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی والدہ خود لاش نہ مانگیں وہ اسی طرح لٹکی رہے ۔ جنابہ سیدہ اسماءبنت ابی بکرؓ والدہ حضرت عبداللہؓ نے لاش نہ مانگی ۔ کئی روز کے بعد آپ کا اُدھر سے گزر ہوا جہاں سولی پر حضرت عبداللہ کی لاش لٹکتی تھی ، آپ نے اُسے دیکھ کر ایک موثر جملہ کہا ، جس کے معنی یہ ھیں ,,کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار اپنے گھوڑے سے اُتر آئے ،، (۱۳)

حضرات ! یہ تھا اسلام کا تمدّن اور یہ تھا اُن حقوق کا اثر جو اسلام نے عورتوں کو دیئے تھے ۔ مسلمانوں کی حالت میں فرق اسلیئے پڑا کہ خلفائے امویہ نے دمشق و شام کو اپنا صدر مقام بنا لیا ۔ جہاں ایرانی تمدّن کا اسلام پر گہرا اثر پڑا ۔ ورنہ ہمارا تمدّن وہ ہے جو عربی تمدّن تھا اور جس میں عورتوں اور مردوں کے حقوق برابر ہیں ۔

عورتوں کو اِسی حد تک تعلیم دی جا سکتی ہے ، جس حد تک مردوں کو ، اسلئیے مجھے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ لڑکیوں کے لیئے الگ کورس ہو اور لڑکوں کے لیئے الگ، میرے خیال میں دونوں کا نصاب تعلیم یکساں ہونا چاہیئے جہاں میں اس بات کا زبردست حامی ہوں کہ عورتوں کو وسیع حقوق دیئے جائیں اور آج کل جو گھروں میں عورتیں مثل لونڈیوں کے ہوتی ہیں اس کی اصلاح کی جائے اور عورتوں سے بطریق مساوات سلوک کیا جائے، وہاں میں اِس کا سخت مخالف ہوں کہ عورتوں کی پردہ شکنی ہو ۔ یہ ہرگز ہرگز قرین مصلحت نہیں ۔

اسلام کی تہذیب، اسلام کا تمدّن اس بات کا موید ہے کہ عورتیں پردہ کریں ۔ عورتوں کی فطرت میں یہ مادہ ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ مردوں سے محجوب ہوں ۔ اُن کو حجاب سے نکالنا گویا اُن کی فطرت کو بدلنے کی کوشش کرنا ہے ۔ پردے عورتوں کے مختلف قسم کے ہیں ۔ اور وہ خاوندوں اور باپوں سے بھی پردہ کرتی ہیں ۔ پردہ شکن لوگ عورتوں کی خلقت و فِطرت پر غور نہیں کرتے ورنہ وہ ہرگز اس پر مصر نہ ہوں ۔ خصوصاً مُسلمانوں میں جو لوگ عورتوں کے چہرہ دکھانے کی تائید کرتے ہیں وہ تاریخ اسلام اور شرع کے منشاء سے ناواقف ہیں ۔ ہاں چار دیواری کے اندر ہر وقت محصور رکھنا بھی اچھا نہیں ۔ اس بارے میں تُرکوں کی مثال قابل پیروی ہے ۔ میں

نے بڑے غور و خوض کے بعد یہ بات محسوس کی ہے کہ اگر دُنیا کی کسی قوم نے عورتوں کے متعلق اعتدال قائم کیا ہے تو وہ تُرک ھیں۔ اگر شیخ عبداللہ ھی پردے کے معاملہ میں مجھ سے متفق ھوں تو میں اُن کی تائید کرتا ھوں ورنہ نہیں۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاھیئے کہ پردہ نسواں کو توڑ کر وہ ھر گز کسی فلاح کو نہیں پہنچ سکتے"۔

علامہ موصوف کی تقریر کے بعد ۲۷ دسمبر ۱۹۰۸ء کے پہلے دن کی کاروائی کا اختتام ھوا۔

حاشیہ و حوالہ جات

۱۔ القرآن، سورہ الروم آیت ۲۱، آیت کا آخری حصہ ان فی ذلک ... الخ تقریر میں درج نہیں۔
۲۔ صحیح مسلم۔ "کتاب الفضائل" ص ۸۰۰، (طبع دھلی، جلد دوم ۱۹۲۷ ایڈیشن)۔
۳۔ سورۃ المائدۃ۔ آیت ۳۔
۴۔ WOMEN,, Encyclopaedia Britannica — Vol ,23 , pp. 702 — 712
۵۔ سورۃ النحل۔ آیت ۵۸۔ ۵۹
۶۔ سورۃ الروم۔ آیت ۲۱ "قرآن کا لفظ "سکون" اپنے اندر جہاں معنی پوشیدہ رکھتا ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ نے "المفردات فی غریب القرآن" میں اس کے معنی سے بحث کرتے ہوئے اس کے دو مفہوم متعین کیے ھیں۔ ایک "ثبوت الشیء بعد تحرک" یعنی ھیجان اور حرکت کے بعد کسی چیز کا قرار و ثبات حاصل کر لینا، دوسرے "استیطان" یعنی گھر بسانا یا سکونت اختیار کرنا "لتسکنوا الیھا" میں لفظ "سکون" کے یہ تمام مفہوم مضمر ھیں۔ عورت ھی کے دم سے گھروں کی آبادی ہے۔ اسی کے دامن میں قرار و ثبات ہے۔ اسی کا وجود وجہ طمانیت و سکون ہے۔
لفظ "مودۃ" کے مادہ "ود" کی تشریح کرتے ہوئے امام اصفہانی فرماتے ھیں کہ مودت محض محبت نہیں بلکہ آرزو بھی ہے .... اللہ تعالی نے اپنی صفات میں محبت کو نہیں مودت کو شامل کیا ہے جو جذبۂ محبت کا مکمل ترین مظہر ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے "ان ربی رحیم ودود" (سورۃ ھود آیت ۹۰)
(سید قدرت اللہ فاطمی۔ "خاندانی منصوبہ بندی کا قرآنی تصور" مقالہ۔ فکرونظر" دسمبر ۱۹۶۸۔ ص ۳۲۶۔ ۳۲۷)۔
۷۔ صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل۔ ص ۹۲۷
۸۔ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۷
۹۔ سورۃ النساء۔ آیت ۳۳

۱۰ - سید سلیمان ندوی نے یہ اصل اشعار یوں نقل کیئے ھیں .

,, نحن بنو ضبة اصحاب الجمل

الموت احلی عندنا من العسل

نحن بنو الموت اذا الموت نزل

ننعی ابن عفان باطراف الاسل

ردو علینا شیخنا بجل ،،

(ھم ضبہ کے بیٹے اور اس اونٹ کے پاس بان ھیں ـ موت ھمارے نزدیک شہد سے زیادہ شریں ہے ھم موت کی آغوش میں پلے ھیں ، جب موت اترتی ہے ، ھم ابن عفان (سیدنا عثمانؓ) کی موت کی خبر کا اعلان نیزوں کی نوک سے کرتے ھیں ـ ھمارے سردار کو واپس کر دو پھر کوئی بات نہیں) .

سید سلیمان ندوی ـ سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، کراچی ، ۱۹٦۷ ، ص ۱۳۱ .

۱۱ - ایضاً ـ سید سلیمان ندوی لکھتے ھیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس استدلال کو سنا تو کچھ جواب نہ دے سکے ـ ص ۱۹۴ .

یہ واقعہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب الجنائز ص ۳٦۷ پر درج کیا ہے ، ,, الا تزر وازرۃ وزر اخری ،، النجم ـ آیت ۳۸ .

۱۲ - ,,ھندہ ،، درست نہیں ؛ ان کا نام ھندؓ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہے ، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں ـ علم و دانش کے لحاظ سے قریش کی ممتاز ترین خاتون تھیں ـ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور ثابت قدم رھیں ، .... ,, اسلمت فی الفتح بعد اسلام زوجھا ابی سفیان بلیلة وحسن اسلامھا ،، پھر گھر میں تشریف لائیں اور اس بت کے ٹکڑے کر دیئے جس کی زمانۂ جاھلیت میں پوجا کرتی تھیں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ .... یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنت یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببھتان یفترینه بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ. ان اللہ غفور رحیم . (الممتحنة ـ آیت ـ ۱۲) یعنی اے نبیؐ جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ھوں ، اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگی جسے اپنے ھاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کرینگی ، تو ان سے بیعت لو ، اور اللہ سے ان کی مغفرت چاھو ـ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ـ
شرک کرنے کے متعلق سیدہ ھندؓ نے عرض کی ـ کیف نطمع ان تقبل منا مالم تقبله من الرجال ، یعنی جو مردوں کے لئے روا نہیں ھم اس کی طمع کیونکر کرینگے ، چوری کرنے کے بارے میں عرض کیا کہ ,, ابوسفیان رضی اللہ عنہ مال کو روک لینے والے آدمی ھیں کیا بقدر ضرورت لینا جائز ھوگا ،، ـ ابوسفیانؓ نے خود ھی اس کی اجازت دے دی ـ امام مسلم لکھتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ھندؓ کو خصوصی اجازت فرمائی ـ (جلد دوم ، کتاب الاقضیہ ص ۳۲ ـ ۳۳۱) بدکاری کرنے کے متعلق ھندؓ نے نہایت حیرانی سے عرض کی کہ کیا آزاد اور شریف خاتون ایسا کر سکتی ہے ، اولاد کو قتل کرنے کے متعلق انہوں نے کہا ، ,,ربیناھم صغارا وقتلتھم کباراً یوم بدر ،، یعنی ھم نے اپنی چھوٹی اولاد کو پالا تھا جب بڑے ھونے

تو آپؐ نے انہیں میدان بدر میں قتل کر دیا ۔ اس برجستہ جواب پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بے اختیار ہنس پڑے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی تبسم فرمایا ؛ نافرمانی نہ کرنے کے متعلق کہا کہ اس بابرکت مجلس میں ہم حلف فرمانبرداری کے لئے ہی تو حاضر ہوئی ہیں ۔ اس کلام سے سید ہند رضی اللہ عنہا کے اخلاص ، دیانت داری ، صاف گوئی اور بہادری کا علم ہوتا ہے ؛ ,, لاترفعوا اصواتکم،، کو بطور دلیل اس لئے پیش نہیں کیا جا سکتا کہ ابھی تک آپؐ اس آیت کی مکلف ہی نہیں ہوئی تھیں ۔ سیدہ ہندؓ نے جنگ یرموک میں شرکت کی اور واپسی پر ۱۴ ہجری میں مدینہ میں انتقال کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ۔

(ا) اسد الغابۃ ، جلد پنجم ۔ ص ۵٦۲ ، تحت ہند بنت عتبہ ۔

(ب) ابن کثیر ، البدایۃ والنہایۃ جلد ہفتم ص ۵۱ تحت ۱۴ ھ ، جلد چہارم ص ۳۱۹، تحت فتح مکہ ۔

(ج) ابن سعد ، طبقات ، جلد ہشتم ، ص ۱٦۱ ۔۲ تحت ذکر ہند بنت عتبہ ۔

بلاذری ، فتوح البلدان ، تحت یوم یرموک ص ۱۳۱ ۔ ۱۳۲؛ ہٹی زقمطراز ہیں :

"In the battle of al — Yarmuk Certain Moslem Women took part and fought violently. Among them was Hind, daughter of Utbah and mother of Muawiyah ibn — abi — Sufyan,

" Cut the arms of these 'Uncircumcised, with your swords ,,

(Hetti, Philip Khuri, ' The Origins of the Islamic State, being a translation of 'Kitab Futuh Al— Buldan, Beirut (Khayats)1966. PP.107—108.)

۱۳ ۔ شاہسوار والی روایت تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۳۲۰ پر موجود ہے ، اخبار الطوال ، میں اس کا کچھ تذکرہ نہیں ہے اگرچہ آپؓ کی شہادت کے واقعات بتفصیل درج ہیں (باب قتل ابن زبیرؓ ص ۳۴ ۔ ۵۳۱ ۔ اردو ترجمہ الاخبار الطوال) فلپ ۔ کے ۔ ہٹی نے اپنی کتاب "History of the Arabs" میں البتہ طبری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرکے ان کا سر کاٹ کر دمشق بھیج دیا گیا اور جسم بقیہ کو سولی پر لٹکا دیا گیا ؛

Hitti , Philipp K , History of the Arabs . London . 1961 (Seventh Edition) p — 197.